زکوٰۃ کی شرعی حیثیت

از قلم
مفسر قرآن
جناب حافظ
صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

زکوٰۃ اور نماز دین کے ایسے رکن ہیں، جن کا ہر دور میں اور ہر مذہب میں آسمانی تعلیمات کے پیروکاروں کو حکم دیا گیا ہے۔ گویا یہ دونوں فریضے ایسے ہیں جو ہر نبی کی امت پر عائد ہوتے رہے ہیں، تا آنکہ ختمی مرتبت ﷺ پر نبوت کا خاتمہ اور دین کی تکمیل کر دی گئی۔ چنانچہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کے صاحبزادے حضرت اسحاق علیہ السلام پھر ان کے صاحبزادے یعقوب علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿واوحینآ الیھم فعل الخیرت واقام الصلوۃ وایتآء الزکوۃ وکانوا لنا عبدین﴾ [الانبیاء:۲۱/۷۳] ''اور ہم نے انہیں وحی کے ذریعے سے نیکیوں کے کرنے کا، نماز قائم کرنے کا اور زکوۃ دینے کا حکم دیا اور وہ ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔''

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿وکان یأمر أھلہ بالصلوۃ والزکوۃ وکان عند ربہ مرضیا﴾ [مریم:۱۹/۵۵] ''وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیا کرتے تھے اور وہ اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: ﴿انی عبد اللہ اٰتنی الکتب وجعلنی نبیاً ۝ وجعلنی مبٰرکاً أین ماکنت وأوصٰنی بالصلوۃ والزکوۃ ما دمت حیًا﴾ [مریم:۱۹/۳۰۔۳۱] ''میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور نبوت سے سرفراز کیا ہے اور میں جہاں کہیں بھی ہوں، مجھے بابرکت بنا دیا ہے اور جب تک میں زندہ ہوں، مجھے نماز اور زکوۃ کی وصیت فرمائی ہے۔''

بنی اسرائیل کو جن باتوں کے کرنے کا حکم دیا گیا تھا، ان میں یہ حکم بھی تھا: ﴿واقیموا الصلوۃ واٰتوا الزکوۃ﴾ [البقرہ:۲/۴۳] ''اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لئن أقمتم الصلوۃ واٰتیتم الزکوۃ واٰمنتم برسلی وعزرتموھم وأقرضتم

اللّٰہ قرضاً حسناً لأکفرن عنکم سیاٰتکم ولأدخلنکم جنّٰت تجری من تحتھا الأنھٰر ﴾ [المائدۃ:۵/۱۲] ''اگر تم نماز قائم کرتے رہے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے اور میرے رسولوں پر ایمان لاتے رہے اور ان کی مدد کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کو بہتر قرض دیتے رہے تو یقیناً میں تمہاری برائیاں تم سے مٹادوں گا اور تمہیں ان جنتوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں۔''

ان آیات سے واضح ہے کہ پچھلی تمام آسمانی شریعتوں میں بھی نماز اور زکوٰۃ کو ایک نہایت ممتاز اور اہم مقام و مرتبہ حاصل تھا۔

اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت وافادیت:

دین اسلام نے بھی زکوٰۃ کی اس اہمیت کو نہ صرف برقرار رکھا، بلکہ اس میں مزید اضافہ کیا اور اسے اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں تیسرا رکن قرار دیا، فرمان رسالت مآب ﷺ ہے:

(بنی الاسلام علی خمس: شھادۃ أن لا الٰہ الا اللّٰہ وأن محمداً رسول اللّٰہ، واقام الصلاۃ وایتاء الزکاۃ والحج وصوم رمضان) [صحیح بخاری] ''اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں: (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ (۲) نماز قائم کرنا۔ (۳) زکوٰۃ ادا کرنا۔ (۴) حج کرنا (اگر استطاعت ہو) اور (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔''

قرآن مجید میں عموماً جہاں بھی نماز کا ذکر یعنی اقامت صلوٰۃ کا حکم آیا ہے، زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم بھی ساتھ ساتھ ہے۔ دو درجن سے زیادہ مقامات پر قرآن کریم نے ﴿أقیموا الصلاۃ ﴾ کے ساتھ ﴿واٰتوا الزکٰوۃ ﴾ کا حکم دیا ہے۔ قرآن مجید کے اس اسلوب بیان سے واضح ہے کہ دین میں جتنی اہمیت نماز کی ہے، اتنی ہی اہمیت زکوٰۃ کی ہے۔ ان دونوں میں بایں طور تفریق کرنے والا کہ ایک پر عمل کرے اور دوسرے پر نہ کرے، سرے سے ان کا عامل نہیں سمجھا جائے گا۔ بلکہ جس طرح ترک نماز انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے، اسی طرح زکوٰۃ بھی شریعت میں اتنا اہم مقام رکھتی ہے کہ اس کی ادائیگی سے انکار، اعراض وفرار مسلمانی کے زمرے سے نکال دینے کا باعث بن جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اپنے دور خلافت میں ان لوگوں سے قتال کیا، جنہوں نے نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کر کے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا تھا۔ آپؓ نے فرمایا:

(واللہ! لأقاتلن من فرّق بین الصلوٰۃ و الزکاۃ) [صحیح البخاری، الزکاۃ، باب ا، ح:۱۴۰۰] ''اللہ کی قسم! میں ان لوگوں کے خلاف ضرور جہاد کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تفریق کریں گے۔''

بعض صحابہ کرامؓ نے آپؓ کی اس رائے کو تشدد پر محمول کر کے توقف کیا اور آپؓ کو لچک دار رویہ اختیار کرنے کا مشورہ دیا، لیکن خلیفہ رسول نے اسے دین میں مداہنت اور نرمی کہہ کر رد کر دیا اور ان پر مسئلے کی اہمیت واضح کی۔ تا آنکہ وہ بھی مؤقفِ صدیق ؓ کے قائل و معترف ہو گئے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا:

(فواللہ! ما ھو الا أن شرح اللہ صدر أبی بکرؓ فعرفت انہ الحق) [صحیح بخاری] ''اللہ کی قسم! اصل میں اللہ نے ابوبکر کا سینہ (جہاد کیلئے) کھول دیا، تو میں نے جان لیا کہ وہی (موقف ابوبکر) حق ہے۔''

اور اس طرح گویا اس امر پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو گیا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے قولاً یا عملاً انکار، اسلام سے خروج کا باعث ہے۔

زکوٰۃ کے معنیٰ:

لغوی اعتبار سے زکوٰۃ کے ایک معنی بڑھوتری اور اضافے کے اور دوسرے معنی پاک وصاف ہونے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح کے مطابق زکوٰۃ میں دونوں ہی مفہوم پائے جاتے ہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے بقیہ مال پاک وصاف ہو جاتا ہے اور عدم ادائیگی سے اس میں غرباء و مساکین کا حق شامل رہتا ہے جس سے بقیہ مال ناپاک ہو جاتا ہے۔ جیسے کسی جائز اور حلال چیز میں ناجائز اور حرام چیز مل جائے تو وہ جائز اور حلال چیز کو بھی حرام کر دیتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا:

(ان اللہ یفرض الزکاۃ الالیطیب مابقی من أموالکم) [سنن ابی داؤد، الزکاۃ، باب فی حقوق المال، ح:۱۶۶۴] ''اللہ نے زکوٰۃ اسی لئے فرض کی ہے کہ وہ تمہارے بقیہ مال کو پاک کر دے۔''

یہی بات حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے اس اثر میں بیان ہوئی ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ سورۂ توبہ کی آیت (۳۵) جس میں سونا چاندی جمع کر کے رکھنے پر سخت وعید آئی ہے، زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی ہے:

﴿فلما أنزلت جعلها الله طهراً للأموال﴾ [صحیح البخاری، الزکاۃ، باب ما أدی زکاتہ فلیس بکنز، ح:۱۴۰۴] ’’جب وہ آیت نازل ہوگئی تو اللہ نے زکوٰۃ کو مالوں کی پاکیزگی کا ذریعہ بنادیا۔‘‘

قرآن میں بھی یہ بات بیان کی گئی ہے: ﴿خذ من أموالهم صدقةً تطهرهم وتزكيهم بها﴾ [التوبہ:۹/۱۰۳] ’’(اے پیغمبر!) ان کے مالوں سے صدقہ لے کر اس کے ذریعے سے ان کی تطہیر اور ان کا تزکیہ کردیں۔‘‘

اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ وصدقات سے انسان کو طہارت و پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ طہارت کس چیز سے؟ گناہوں سے اور اخلاق رذیلہ سے۔ مال کی زیادہ محبت انسان کو خود غرض، ظالم، متکبر، بخیل، بددیانت وغیرہ بناتی ہے جبکہ زکوٰۃ، مال کی شدت محبت کو کم کر کے اسے اعتدال پر لاتی ہے اور انسان میں رحم وکرم، ہمدردی و اخوت، ایثار وقربانی اور فضل واحسان کے جذبات پیدا کرتی ہے اور جب انسان اللہ کے حکم پر زکوٰۃ ادا کرتا ہے، تو اس سے یقیناً اس کے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں۔

﴿أن الحسنت يذهبن السيئات﴾ [ھود:۱۱/۱۱۴] ’’بلاشبہ نیکیاں، برائیوں کو دور کردیتی ہیں۔‘‘

زکوٰۃ کے دوسرے معنی بڑھوتری اور اضافے کے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے بظاہر تو مال میں کمی واقع ہوتی نظر آتی ہے، لیکن حقیقت میں اس سے اضافہ ہوتا ہے، بعض دفعہ تو ظاہری اضافہ ہی اللہ تعالیٰ فرمادیتا ہے، ایسے لوگوں کے کاروبار میں ترقی ہوجاتی ہے اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو مال میں معنوی برکت ضرور ہوجاتی ہے۔ معنوی برکت کا مطلب ہے خیر وسعادت کے کاموں کی زیادہ توفیق ملنا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے نیکی کے کام خوب کرواتا ہے، یہ اپنے تھوڑے سے مال سے مساجد و مدارس تعمیر کرتے یا ان کی تعمیر میں تعاون کرتے ہیں، معاشرے کے نادار اور بے سہارا افراد کی کفالت اور خبر گیری کرتے ہیں، جب کہ توفیقِ خیر سے محروم لوگ، چاہے وہ کروڑ پتی اور ارب پتی ہوں، ان سعادتوں اور فضل واحسان کی ان کرم گستریوں سے محروم ہی رہتے ہیں۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ صدقے سے مال میں کمی نہیں ہوتی۔ [صحیح مسلم، البر، باب استحباب العفو والتواضع، حدیث:۲۵۸۸]

اس کے مزید دلائل حسب ذیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿يمحق الله الربوا ويربى الصدقت﴾ [البقرہ:۲/۲۷۶] ’’اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔‘‘

ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿وما اٰتيتم من ربًا ليربوا في أموال الناس فلا يربوا

عـنـد الـلّٰه وما اٰتيتم من زكوة تريدون وجه اللّٰه فاولٰئك هم المضعفون ﴾ [الروم: ۳۰/۳۹] ''اور جو تم سود پر دیتے ہو تا کہ وہ لوگوں کے مالوں میں بڑھے تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا اور جو تم زکوٰۃ دیتے ہو جس سے تمہارا مقصد اللہ کی رضا ہو، تو یہی لوگ ہیں (اپنا مال اور ثواب) دو چند کرنے والے۔'' ایک اور مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: **﴿مثل الذين ينـفـقون أموالهم فی سبيل اللّٰه كمثل حبة أنبتت سبع سنابل فی كل سنبلة مائة حبة و اللّٰه يضعف لمن يشاء ﴾** [البقرہ: ۲/۲۶۱] ''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال، اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانے کی سی ہے جو سات بالیاں اگاتا ہے، ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کیلئے چاہتا ہے (اس سے بھی زیادہ) بڑھا دیتا ہے۔''

قرآن کریم ان تمام آیات میں انفاق فی سبیل اللہ یعنی زکوٰۃ وصدقات کو مال میں اضافے کا سبب بتلایا گیا ہے۔ یہ اضافہ، جیسا کہ پہلے بتلایا جا چکا ہے، ظاہری اور حقیقی طور پر بھی ہو سکتا ہے۔ (جیسا کہ اس کی بہت سی مثالیں ہمارے تجربہ ومشاہدہ کا حصہ ہیں) اور معنوی طور پر بھی ہو سکتا ہے اور اس کے بھی بہت سے نمونے دیکھنے میں آتے ہیں اور قیامت کے دن اجر وثواب کے اعتبار سے تو یہ اضافہ ہر صورت میں ہر ایک کیلئے ہی ہوگا بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ حلال مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کیا گیا ہوگا۔ جیسے ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(لا يتـصـدق أحـد بتـمـرة من كسب طيب، الا أخذها بيمينه، فيربيها كما يربی أحـد كـم فـلـوه أو قلوصه، حتی تكون مثل الجبل، أو أعظم) [صحیح مسلم، الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا، ح: ۱۰۱۴] ''جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور بھی صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ لیتا ہے، پھر اسے بڑھاتا ہے جیسے تمہارا آدمی اپنے بچھیرے (گھوڑی کے بچے) یا اونٹنی کے بچے کو پالتا ہے، یہاں تک کہ وہ کھجور، پہاڑ کی طرح یا اس سے بھی بڑی ہو جاتی ہے۔''

سونا، چاندی اور نقدی کا نصاب:

جس کے پاس سونا چاندی ہو اور وہ اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرتا، تو قیامت کے دن انہیں چوڑی چوڑی سلاخوں یا تختوں میں تبدیل کر کے اور انہیں جہنم کی آگ میں گرم کر کے ان سے ان کے مالکوں کی پیشانیاں، ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا اور یہ عمل صرف ایک مرتبہ ہی نہیں ہوگا، بلکہ محشر کے پچاس ہزار

سال کے برابر دن میں مسلسل یہ عمل جاری رہے گا، جب بھی یہ تختے اور سلاخیں ٹھنڈی ہو جائیں گی، انہیں گرم کیا جاتا اور ان سے انہیں داغا جاتا رہے گا۔ [صحیح مسلم] قرآن کریم میں بھی یہ وعید ان لوگوں کیلئے بیان ہوئی ہے جو سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ [سورۃ التوبہ:۹/۳۴،۳۵]

اور ایک حدیث میں مطلق مال کا ذکر ہے کہ جسے اللہ مال سے نوازے، پھر وہ اس میں سے زکوٰۃ ادا نہ کرے، تو قیامت کے دن اس مال کو نہایت خطرناک زہریلے سانپ کی شکل میں بنا کر اس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا، جو اس کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال اور تیرا خزانہ ہوں۔ مطلق مال میں سونے چاندی کے علاوہ، نقدی، سامان تجارت وغیرہ بھی آجاتے ہیں، جو آج کل مال کی معروف صورت ہے، ان میں زکوٰۃ ضروری ہے، ان میں زکوٰۃ عائد ہونے کیلئے دو شرطیں ضروری ہیں:

ایک...... یہ کہ وہ نصاب کو پہنچ جائیں۔ دوسری...... یہ کہ ان پر سال گزر جائے۔

ان کی ضروری تفصیل حسب ذیل ہے:

چاندی کا نصاب:

حضرت علیؓ سے نبی علیہ السلام نے فرمایا: (**فاذا کانت لک مائتا درھم و حال علیھا الحول، ففیھا خمسة دراھم**) [سنن ابی داؤد، الزکاۃ، باب فی زکاۃ السائمۃ، ح:۱۵۷۳] "جب تیرے پاس دو سو درہم ہو جائیں اور ان پر سال بھی گزر جائے، تو ان میں پانچ درہم زکوٰۃ ہیں۔"

اور حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی روایت میں رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: (**لیس فیما دون خمس أواق صدقة، ولیس فیما دون خمس ذود صدقة ولیس فیما دون خمس أوسق صدقة**) [صحیح البخاری، الزکاۃ، باب ما ادی زکاتہ فلیس بکنز، ح:۱۴۰۵] "پانچ اوقیے سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور پانچ وسق (تین سو صاع تقریباً ۲۰ من غلے) سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔"

صحیح بخاری کی حدیث میں اوقیے کا لفظ استعمال ہوا ہے، جو چاندی کا ایک سکہ تھا، ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا تھا، یوں پانچ اوقیے، دو سو درہم ہو گئے۔ ان دونوں حدیثوں سے چاندی کا نصاب دو سو درہم ثابت ہوا، جس کا وزن ساڑھے باون تولہ ہوا۔ آج کل کے حساب سے ۶۱۸ گرام ۱۸۲ ملی گرام۔

اس میں زکوٰۃ چالیسواں حصہ (ڈھائی فیصد) ہے۔ یعنی دو سو درہم میں پانچ درہم۔ آج کل کے حساب

سے ۱۵ گرام ساڑھے ۴۵۴ ملی گرام، (اگر چاندی ہی زکوٰۃ میں دینی ہو) لیکن اگر زکوٰۃ چاندی کی بجائے نقدی میں دینی ہو، تو ساڑھے باون تولہ چاندی کی جتنی رقم بنی ہو ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ بنے گی۔

یہ کم از کم نصاب ہے یعنی اس سے کم میں زکوٰۃ عائد نہیں ہوگی۔ اس سے زیادہ جتنی چاندی ہوگی مذکورہ حساب سے اس کی رقم بنا کر زکوٰۃ ادا کی جائے۔

سونے کا نصاب:

حضرت علیؓ سے مروی مذکورہ حدیث میں ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(ولیس علیک شيء یعني في الذهب، حتی تکون لک عشرون دیناراً، فاذا کانت لک عشرون دیناراً وحال علیها الحول ففیها نصف دینار، فما زاد فبحساب ذلک) [سنن ابي داؤد، الزکاۃ، باب في زکاۃ السائمۃ، ح: ۱۵۷۳] ''اور سونے میں تجھ پر کچھ نہیں، جب تک کہ وہ ۲۰ دینار نہ ہو جائیں، پس جب وہ ۲۰ دینار ہو جائیں اور ان پر سال گزر جائے تو ان میں نصف دینار زکوٰۃ ہے، پس جو اس سے زیادہ ہو تو اسی حساب سے زکوٰۃ ہوگی۔''

اس روایت کی سند پر کچھ گفتگو ہے، لیکن حافظ ابن حجرؒ اور دیگر بعض محققین نے متابعات وشواہد کی بنیاد پر اسے حسن قرار دیا ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی ارواء الغلیل (۲۸۹/۳) میں بعض احادیث وآثار اور انکے شواہد بیان کئے ہیں، جن سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ سونے کے نصاب کیلئے مذکورہ حدیث صحیح بنیاد ہے۔

ایک دینار کا وزن ہے:	۴/۲۵	گرام
۵ دینار کا وزن:	۲۱/۲۵	گرام
۲۰ دینار کا وزن:	۸۵	گرام

یہ سونے کا نصاب ہے، چاہے ڈلی ہو یا زیورات کی شکل میں۔ [الروضۃ الندیۃ (حاشیہ) ۱/۴۷۷ بحوالہ الاموال فی دولۃ الخلافۃ عبدالقدیم زلوم]

اس میں چالیسواں حصہ (ربع العشر) زکوٰۃ ہے، یعنی ۲۰ دینار میں نصف دینار (۲ ماشہ ۲ رتی، یا دو گرام ۸۷ ملی گرام) چالیس دینار میں ایک دینار۔ دوسرا طریقہ زکوٰۃ نکالنے کا یہ ہے کہ جب سونا ساڑھے سات تولہ یا اس سے زیادہ ہو تو زکوٰۃ دیتے وقت فی تولہ سونے کی قیمت معلوم کر لی جائے اور جتنی رقم بنے اس میں سے ڈھائی فیصد (فی ہزار، ۲۵ روپے) کے حساب سے زکوٰۃ ادا کر دے۔

جواہر میں زکوٰۃ نہیں:

جواہر یعنی موتی، یاقوت، زمرد، الماس اور مرجان وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں، جیسے لوہا، تانبا، پیتل اور سیسہ وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں۔ البتہ ان کی تجارت سے جو مال حاصل ہوگا، اس میں شرائط کے مطابق زکوٰۃ ہوگی۔

نقدی کا نصاب:

آج کل بالعموم لوگوں کے پاس سونا چاندی کی بجائے نقدی کی صورت میں رقم ہوتی ہے۔ اس صورت میں زکوٰۃ کس طریقے سے نکالی جائے؟ اس کیلئے علماء نے چاندی کے نصاب کا اعتبار کیا ہے اور صدیوں سے علماء کے مابین نقدی کیلئے یہی نصاب تسلیم ہوتا چلا آرہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کے پاس اتنی نقد رقم ایک سال تک فاضل بچت کے طور پر محفوظ رہی ہے۔ جو ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے مساوی ہے، تو اس کو چالیسواں حصہ یعنی ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ نکالنی چاہیے۔

بعض علماء کے نزدیک رقم کی زکوٰۃ کیلئے سونے کا نصاب یعنی ساڑھے سات تولہ سونے کی قیمت ہے۔ اس حساب سے نقد رقم کا نصاب ۶ ہزار کی بجائے ۴۵، ۴۶ ہزار روپے ہوگا۔ اس سے کم رقم پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوگی۔

رکاز (دفینے) میں خمس ہے:

رکاز کے معنی چھپانے کے ہیں، انسان کو کوئی چھپا ہوا خزانہ یعنی دفینہ مل جائے، تو جس وقت ملے، اسی وقت اس میں سے ۵ فی صد زکوٰۃ نکال دے، اس میں زکوٰۃ کی مقدار اس لئے زیادہ ہے کہ یہ بغیر محنت کے حاصل ہو جاتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

(وفی الرکاز الخمس) [صحیح البخاری، الزکاۃ، باب فی الرکاز الخمس، ح:۱۴۹۹] ''رکاز (دفینے) میں پانچواں حصہ ہے۔''

معادن (کانوں) کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ ثابت نہیں، اس لئے کانوں سے نکلنے والی چیزوں میں زکوٰۃ نہیں۔ البتہ اس کی آمدنی پر بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچ جائے اور سال گزر جائے، تو زکوٰۃ ہے۔

دو نصابوں کو ملا کر نصاب بنانا؟

اگر ایک شخص کے پاس سونا چاندی دونوں چیزیں ہوں، لیکن دونوں نصاب سے کم ہوں (یعنی سونا

ساڑھے سات تولے سے کم اور چاندی ساڑھے باون تولہ سے کم ہو) اس صورت میں اس پر زکوٰۃ عائد ہوگی یا نہیں؟ ایسے شخص کے بارے میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے۔

امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے خیال میں ایسے شخص کو دونوں چیزیں ملا کر اگر نصاب کو پہنچ جائیں تو زکوٰۃ نکالنی چاہیے۔ اہل حدیث علماء میں مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب محدث روپڑیؒ کی رائے بھی یہی ہے۔ تاہم دوسرے ائمہ کے نزدیک یہ صحیح نہیں۔ جب تک اپنے اپنے طور پر ہر چیز نصاب کو نہ پہنچ جائے، اس میں زکوٰۃ عائد نہیں ہوگی۔ دو مختلف چیزوں کو ملا کر نصاب بنانے کی صراحت کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ اس لئے مختلف چیزوں کو ملا کر نصاب بنانا شرعاً صحیح نہیں، عام علماء اہل حدیث اسی مسلک کو زیادہ صحیح اور راجح سمجھتے ہیں۔

زیور کی زکوٰۃ:

سونا چاندی کے زیور کی زکوٰۃ میں بھی کچھ اختلاف ہے۔ بعض علماء اس میں زکوٰۃ کی فرضیت کے قائل نہیں، جب کہ علماء اہلحدیث کی اکثریت زیور میں زکوٰۃ کی قائل ہے اور احتیاط کے لحاظ سے بھی یہی مسلک زیادہ صحیح ہے۔ زیور کی زکوٰۃ دونوں طریقوں سے نکالی جاسکتی ہے۔ زیور میں سے چالیسواں حصہ سونا یا چاندی بطور زکوٰۃ نکال دی جائے یا چالیسویں حصے کی قیمت ادا کر دی جائے، دونوں طرح جائز ہے۔ تاہم کسی کے پاس اگر حد نصاب (ساڑھے سات تولہ سونا یا چاندی ساڑھے باون تولہ) سے کم زیور ہے، تو اس پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوگی۔

مال تجارت کی زکوٰۃ:

اموال زکوٰۃ کی چوتھی قسم اموال تجارت ہیں۔ یعنی جو سامان بھی تجارت کیلئے ہو اس میں سے زکوٰۃ نکالی جائے۔ حضرت سمرہ بن جندبؓ روایت کرتے ہیں:

(ان رسول اللہ ﷺ کان یأمرنا ان نخرج الصدقة من الذی نعد للبیع)

[سنن ابی داؤد، الزکاۃ، باب العروض اذا كانت للتجارة هل فيها زكاة؟ ح:۱۵۶۲]

"رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہم ہر اس سامان میں سے زکوٰۃ نکالیں، جو تجارت کیلئے تیار کریں۔"

یہ روایت سنداً ضعیف ہے، اس لئے بعض اہل علم نے سامان تجارت میں زکوٰۃ کے عائد ہونے کی نفی کی ہے، لیکن علماء کی اکثریت نے سامان تجارت کو اموال ہی میں شمار کر کے تجارتی سامان میں بھی زکوٰۃ کا اثبات کیا

ہے اور یہی بات راجح ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: ''ائمہ اربعہ اور ساری امت کا (سوائے چند شاذ لوگوں کے) اس بات پر اتفاق ہے کہ سامان تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے۔ خواہ تاجر مقیم ہوں یا مسافر، ارزانی کے وقت سامان خرید کر نرخوں کے گراں ہونے کا انتظار کرنے والے تجار ہوں۔ تجارت کا مال۔ نئے یا پرانے کپڑے ہوں، یا کھانے پینے کا سامان۔ ہر قسم کا غلہ، پھل فروٹ، سبزی، گوشت وغیرہ۔ مٹی، چینی دھات وغیرہ کے برتن ہوں یا جاندار چیزیں غلام، گھوڑے، خچر اور گدھے وغیرہ۔ گھر میں پلنے والی بکریاں ہوں یا جنگل میں چرنے والے ریوڑ، غرض تجارت کے ہر قسم کے مال میں زکوٰۃ فرض ہے۔ علاوہ ازیں شہری اموال تجارت بیشتر اموال باطنہ ہیں، جبکہ (مویشی) جانوروں کی اکثریت اموال ظاہرہ ہیں۔'' [القواعد النورانیہ الفقہیہ ،ص: ۸۹۔۹۰ طبع مصر]

مال تجارت میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ:

اموال تجارت میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ سال بسال جتنا تجارتی مال دکان، مکان یا گودام وغیرہ میں ہو، اس کی قیمت کا اندازہ کرلیا جائے۔ علاوہ ازیں جتنی رقم گردش میں ہو اور جو رقم موجود ہو، اس کو بھی شمار کرلیا جائے۔ نقد رقم، کاروبار میں لگا ہوا (یعنی زیر گردش) سرمایہ اور سامانِ تجارت کی تخمینی قیمت، سب ملا کر جتنی رقم ہو، اس پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے۔

تاہم کوئی تجارت مال اس طرح کا ہے کہ وہ اکٹھا خریدا، پھر وہ سال یا دو سال فروخت نہیں ہوا، تو اس مال کی زکوٰۃ اس کے فروخت ہونے پر صرف ایک سال کی ادا کی جائے گی۔ ورنہ عام مال جو دکان میں فروخت ہوتا رہتا ہے اور نیا اسٹاک رہتا ہے، وہاں چونکہ فرداً فرداً ایک ایک چیز کا حساب مشکل ہے، اس لئے سال بعد سارے مال کی بہ حیثیت مجموعی قیمت کا اندازہ کرکے زکوٰۃ نکالی جائے۔

اگر کوئی رقم کسی کاروبار میں منجمد ہوگئی ہو، جیسا کہ بعض دفعہ ایسا ہوجاتا ہے اور وہ رقم دو تین سال یا اس سے زیادہ دیر تک پھنسی رہتی ہے، یا کسی ایسی پارٹی کے ساتھ آپ کو سابقہ پیش آجاتا ہے کہ کئی سال آپ کو رقم وصول نہیں ہوتی تو ایسی ڈوبی ہوئی رقم کی زکوٰۃ سال بہ سال دینی ضروری نہیں۔ جب رقم وصول ہوجائے، اس وقت ایک سال کی زکوٰۃ ادا کردی جائے، وہ جب بھی وصول ہو۔